اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ایڈیٹر: غلام نبی

ہفتہ میں تین بار

The ALFAZL QADIAN.

فی پرچہ ۱/

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۱۳۳	مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۳۳ء	یوم سہ شنبہ	مطابق ۱۳ محرم سنہ ۱۳۵۲ھ	جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۸ مئی ۲ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ جمعہ کے روز حضور کی طبیعت اچھی رہی نماز جمعہ کے بعد حضور نے بجٹ کمیٹی میں شمولیت فرمائی۔ اور رات کے ایک بجے تک کام کرتے رہے۔ اگلے روز صبح بواسیر کی شکایت ہوگئی۔ اور ظہر کے وقت تکلیف بڑھ گئی۔ مگر مغرب کے قریب کچھ آرام آنے پر پھر بجٹ کمیٹی میں رات کے ۲½ بجے تک کام کرتے رہے۔ آج صبح گو تکلیف موجود تھی۔ مگر زیادہ نہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالے حضور کو صحت عطا فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے ۷ مئی ۲ بجے بعد دوپہر بذریعہ موٹر کشمیر کمیٹی کے ایک اجلاس میں شریک ہونے کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔

۵ مئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے کا نکاح محترمہ امۃ العزیز عائشہ بنت بابو محمد امیر صاحب کے ساتھ پڑھا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انبیاء اور ان کے جانشینوں کی ضرورت

(فرمودہ ۸ مئی سنہ ۱۹۰۳ء)

"چونکہ الٰہیات اور امور معاد کے مسائل نہایت باریک اور نظری ہیں۔ گویا تمام امور غیر مرئی اور فوق العقل پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ نہ خدا تعالےٰ کبھی کسی کو نظر آیا۔ نہ کبھی کسی نے بہشت دیکھی۔ اور نہ دوزخ کا ملاحظہ کیا۔ اور نہ ملائک سے ملاقات ہوئی۔ اور علاوہ اس کے احکام الٰہی مخالف جذبات نفس ہیں۔ اور نفس امارہ جن باتوں میں لذت پاتا ہے۔ احکام الٰہی ان سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا عند العقل یہ بات نہ صرف احسن بلکہ واجب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے پاک نبی جو شریعت اور کتاب لے کر آتے ہیں۔ اور اپنے نفس میں تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتے ہیں یا تو وہ ایک لمبی عمر لیکر آئیں۔ اور ہمیشہ اور ہر صدی میں ہر ایک اپنی نئی امت کو اپنی ملاقات اور صحبت سے شرف بخشیں۔ اور اپنے زیر سایہ رکھکر اور اپنے پر فیض پروں کے نیچے ان کو کے کر وہ برکت اور نور اور روحانی معرفت پہنچائیں۔ جو انہوں نے ابتدا زمانہ میں پہنچائی تھی۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو پھر اُن کے وارث جو انہیں کے کمالات اپنے اندر رکھتے ہوں اور کتاب الٰہی کے دقائق اور معارف کو وحی اور الہام سے بیان کر سکتے ہوں۔ اور منقولات کو مشہودات کے پیرایہ میں دکھلا سکتے ہوں۔ اور طالب حق کو یقین تک پہنچا سکتے ہوں۔ ہمیشہ فتنہ اور فساد کے وقتوں میں ضرور پیدا ہونے چاہئیں۔ تا انسان جو مغلوب شہوات و نسیان ہے ان کے فیض حقیقی سے محروم نہ رہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت صاف اور بدیہی ہے کہ جب ایک نبی کا اپنے خاتمہ کو پہنچتا ہے۔ اور اس کی برکات کے دیکھنے والے فوت ہو جاتے ہیں۔ تو وہ تمام مشہودات منقولات کے رنگ میں آ جاتے ہیں۔ پھر دوسری صدی کے لوگوں کی نظر میں اس نبی کے اخلاق اور اس نبی کے عبادات اور اس نبی کا صبر اور استقامت اور صدق اور صفا اور وفا

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی میٹریکولیشن کلاس کا شاندار نتیجہ

اس سال تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے ۲۸ طلبائے امتحان میں شریک ہوئے تھے۔ جن میں سے ۲۵ پاس ہوئے ہیں تین فرسٹ ڈویژن میں۔ ۱۶ سیکنڈ ڈویژن میں۔ اور صرف چھ تھرڈ ڈویژن میں۔ یہ نتیجہ بہت خوش کن ہے۔ لیکن طلباء کی قلیل تعداد افسوسناک ہے جس کے لئے احباب جماعت کی توجہ درکار ہے۔ ہر احمدی کو اپنے بچے تعلیم کے لئے قادیان بھیجنے چاہئیں۔

نمبر شمار	نام		حاصل کردہ نمبر
۱	عبد اللہ مصطفٰی	صاحب	۵۰۳
۲	زین العابدین	"	۴۶۳
۳	امیر احمد	" نمبر ۱	۳۶۳
۴	سید ناصر احمد	"	۳۹۰
۵	محمد ہاشم	"	۴۶۰
۶	عبد المنان	" نمبر ۱	۴۶۶
۷	عبد المنان	" نمبر ۲	۳۵۷
۸	میرزا امیر احمد	"	۳۲۰
۹	محمد شریف احمد	"	۳۹۳
۱۰	عبد الکریم خاں	"	۵۶۶
۱۱	عبد الرحیم	"	۵۲۸
۱۲	شریف احمد	"	۴۶۱
۱۳	بشیر احمد	" نمبر ۲	۴۵۰
۱۴	محمد سرور شاہ	"	۵۲۴
۱۵	محمد حنیف	"	۲۹۶
۱۶	عبد الحی	"	۴۵۴
۱۷	نذیر احمد	"	۴۲۸
۱۸	محمد علی	"	۳۶۷
۱۹	محمد حسین	"	۴۵۶
۲۰	غلام رسول	"	۳۹۷
۲۱	شیخ بشیر احمد	"	۳۸۱
۲۲	محمد یوسف	"	۴۲۸
۲۳	فضل رحیم	"	۴۰۱
۲۴	نذر حسین	"	۴۴۷
۲۵	عطاء اللہ	"	۴۳۵

نصرت گرلز ہائی سکول کا نتیجہ

امسال ۱۲ - طالبات امتحان میں شریک ہوئی تھیں۔ جن میں سے حسب ذیل چھ نے کامیابی حاصل کی :-

حاصل کردہ نمبر

۱ - زینب بیگم صاحبہ بنت جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب - ۴۶۶

۲ - خورشید بیگم صاحبہ بنت میاں معراج الدین صاحب عمر - ۳۱۴

۳ - امتہ الحی صاحبہ بنت مرزا مہتاب بیگ صاحب - ۴۸۱

۴ - فاطمہ بیگم صاحبہ بنت میاں غلام رسول صاحب ٹھیکیدار - ۳۱۱

۵ - استانی سردار بیگم صاحبہ - ۳۵۷

۶ - سردار بیگم صاحبہ نمبر ۲ - ۴۰۵

پرائیویٹ امتحان دینے والی طالبات میں سے امتہ الحق صاحبہ بنت جناب حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے ۳۹۶ نمبروں پر کامیابی حاصل کی ہے۔ ہم تمام کامیاب ہونے والے طلباء اور طالبات۔ اور ان کے لواحقین کو مبارکباد دیتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی انہیں مزید کامیابیاں عطا کر کے ملک و ملت کے لئے مفید وجود بنائے :-

گجراتی زبان میں تبلیغی لٹریچر

جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دن رات تبلیغ احمدیت میں مصروف رہنے والے بزرگ ہیں۔ اس وقت تک اردو انگریزی اور گجراتی میں نہایت مفید لٹریچر ہزارہا روپیہ کا بکثرت شائع کر چکے ہیں۔ حال میں جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ افریقہ۔ مارشیس۔ بمبئی۔ کاٹھیاواڑ وغیرہ علاقوں میں گجراتی زبان کے تبلیغی لٹریچر کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے گجراتی دان خوجہ۔ میمن۔ بورہ وغیرہ اقوام میں تبلیغ کی غرض سے ماہواری ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری فرماتے ہوئے پہلا ٹریکٹ چار صفحہ کا چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔ اب جو دوست اپنے اپنے علاقہ کے گجراتی دان لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کرنا چاہتے ہوں۔ وہ جناب سیٹھ صاحب موصوف کی خدمت میں زیر تبلیغ اصحاب کی فہرستیں بھیج دیں تاکہ وہ انہیں براہ راست ٹریکٹ ارسال کر دیں۔ اور اگر خود زیادہ تعداد میں ٹریکٹ منگا کر تقسیم کرنا چاہیں۔ تو ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ اصل لاگت پر ان کی خدمت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ امید ہے۔ کہ احباب اس نہایت مفید تبلیغی لٹریچر کی اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے کام لیں گے :-

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ بجٹ کمیٹی کا اجلاس

تشخیص آمد کے لئے دس اصحاب کا تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بجٹ ۳۳-۱۹۳۲ء کے متعلق جو خاص کمیٹی ۱۶ ممبران کی مقرر فرمائی تھی۔ اور جس کے پہلے اجلاس کی تاریخ ۵ - مئی ۱۹۳۳ء تجویز ہوئی تھی۔ اس کمیٹی کا اجلاس قصر خلافت قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۵ مئی کو نماز جمعہ کے بعد سے رات کے ایک بجے تک مسلسل منعقد فرمایا۔ اور دوسرے دن بھی اجلاس صبح آٹھ بجے سے ۲½ بجے سہ پہر تک۔ اس کے بعد ½ ۷ بجے شام سے ½ ۲ بجے رات تک برابر جاری رہا۔ ان اجلاسوں میں بجٹ اخراجات کی ایک ایک مد پر غور کیا گیا۔ اور جس قدر بھی امکان تھا تخفیف کی گئی :-

آمد کے متعلق اعداد و شمار سے یہ بات ثابت ہوئی ہے۔ کہ وہ دوست جو مطابق شرح باقاعدہ چندہ ادا کرتے ہیں۔ وہ بحیثیت مجموعی جماعت کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہیں جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر سب دوست باقاعدہ چندہ ادا کریں۔ تو آمد تگنی ہو سکتی ہے۔ اس تحقیق کے پیش نظر آمد کی ترقی کا راستہ کھولنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے دس اصحاب کو تشخیص آمد کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے علیحدہ علیحدہ علاقے بھی خود ہی تجویز فرما دیئے ہیں۔ تاکہ وہ جہاں تک ہو سکے۔ ماہ مئی کے اندر اندر اپنے مقررہ علاقوں کی مکمل تشخیص کرا کر حضور کے سامنے پیش کر دیں۔ چنانچہ اب یہ حضرات اپنے اپنے علاقوں کے متعلق تشخیص کی تکمیل کیلئے ناظر بیت المال کی طرف سے خط و کتابت کریں گے یقین ہے کہ احباب جنہوں نے امید ہے کہ اب تک حضور کی وہ تقریر بھی پڑھ یا سن لی ہوگی۔ جو حضور نے بجٹ کے متعلق گزشتہ مشاورت کے آخری اجلاس میں فرمائی تھی اپنی آمد کے صحیح طور پر تشخیص کرانے میں پوری پوری توجہ سے کام لیکر اپنے فرض کو ادا کریں گے۔ والله المستعان وبالله التوفیق۔ ناظر بیت المال۔

الفضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر ۱۳۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۹ مئی ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

مذہبی مداخلت کا بے جا شور

مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی کے متعلق حکومت کی غلطی

مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی کو عین اس وقت جبکہ حاجیوں کا آخری جہاز کراچی سے روانہ ہو رہا تھا۔ حکومت نے حجاز جانے سے روک کر ان لوگوں کے لئے جو ہر سیاسی اور ملکی امر کو مذہبی رنگ دیتے ہوئے مداخلت فی الدین کا شور بچانے۔ اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ایک اور موقعہ پیدا کر دیا ٭

مداخلت فی الدین نہیں

مولانا موصوف کے جماعت احمدیہ سے بوجہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہونے کے جو تعلقات ہیں۔ وہ ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کہ انہیں حجاز جانے سے روکنا ہرگز مداخلت فی الدین نہیں ہے۔ یہ مداخلت فی الدین کس طرح ہے۔ جبکہ مولانا غزنوی صاحب کئی بار حج کر چکے ہیں۔ اور حج ایک ہی دفعہ فرض ہے ایک سے زیادہ مرتبہ کا حج نفل کا درجہ رکھتا ہے ٭

حکومت کا حق

پھر اگر حکومت اس قسم کا کوئی اعلان کرتی۔ کہ کوئی شخص دوسری دفعہ حج کے لئے نہ جائے۔ تب بھی شائد کسی کا حق ہوتا۔ کہ کہتا۔ یہ مداخلت فی الدین ہے۔ لیکن یہاں قانون کا سوال نہیں۔ بلکہ ایک خاص شخص کا معاملہ ہے۔ جسے سیاسی مصالح کی بناء پر حجاز جانے سے روکا گیا ہے۔ اور جب کوئی گورنمنٹ یہ سمجھے۔ کہ کسی شخص کا ملک سے باہر جانا حکومت کے سیاسی مفاد کے خلاف ہے۔ تو وہ اسے روکنے کا حق رکھتی ہے ٭

حکومت کی سیاسی غلطی

اس پہلو سے حکومت نے ہمارے نزدیک کوئی ایسا فعل نہیں کیا۔ جس کا اسے حق نہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ حکومت نے بغیر کوئی جرم ثابت کئے۔ بلکہ بغیر جرم بتائے انہیں یونہی روک دیا ہے۔ اور یہ حکومت کی سیاسی غلطی ہے۔ ایک معزز اور باثر انسان کی سرگرمیوں کو کوئی وجہ بتائے بغیر روک دینا بہت افسوسناک امر ہے۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ مولانا غزنوی صاحب نے کوئی بات ایسی نہیں کی۔ جس کی وجہ سے انہیں حجاز جانے سے روکا جا سکتا۔ اگر انہوں نے حکومت ہند کو نقصان پہونچانے والا کوئی فعل کیا تھا تو اس کے متعلق قانونی طور پر گرفت کی جاتی۔ اور باقاعدہ مقدمہ چلایا جاتا۔ نہ کہ حج کے لئے جانے سے روک دیا جاتا۔ حج سے روکنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت کو یہ ڈر تھا۔ کہ مولانا موصوف ہندوستان سے باہر کسی نقصان رساں فعل کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ لیکن ان کا جو قصور ذمہ دار حکام بتاتے ہیں۔ اس کا تعلق ہندوستان سے ہی ہے۔ مثلاً یہ کہ انہوں ایک بیان شائع کیا۔ جس میں لکھا۔ کہ سال بمبئی سے جہاز پر سوار ہونے والے حاجیوں پر سوار ہوتے وقت پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ اگر یہ بیان مبنی بر صداقت نہیں۔ تو بھی اس کی وجہ سے ہندوستان سے باہر جانے سے روکنے کا کیا مطلب۔ اس بارے میں اگر حکومت کو کچھ کرنا تھا۔ تو ہندوستان میں ہی کر سکتی تھی۔ اور مولانا غزنوی ایک ٹریکٹ میں اتنی سی بات لکھ دینے کے خوف سے ہمیشہ کے لئے ہندوستان کو نہیں چھوڑ رہے تھے۔ کہ حکومت کو اپنے ہاتھ سے ان کے نکل جانے کا خطرہ دامن گیر تھا۔ وہ چند دنوں کے بعد واپس ہندوستان آ جاتے۔ اس وقت حکومت ان کے متعلق کارروائی کر سکتی تھی ٭

حکومت کا عجیب طریق عمل

پھر پولیس پر لاٹھی چارج کا الزام اتنا معمولی ہے۔ کہ اس کی بناء پر بیرون ہند جانے سے روک دینا نہایت ہی حیرت انگیز امر ہے۔ مولانا غزنوی تو عرصہ ہوا۔ سیاسی سرگرمیوں سے عملی طور پر الگ ہو چکے ہیں۔ حکومت کو خواہ اب بھی ان کے خلاف رپورٹیں پہونچتی رہتی ہوں۔ لیکن ہندوستان میں ان کی نقل و حرکت پر کوئی باقاعدہ پابندی عائد نہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت بھی انہیں ان لوگوں میں سے نہیں سمجھتی جنہیں خطرناک سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے اس نے نظر بند کر رکھا۔ یا جیلخانوں میں ڈالا ہوا ہے۔ اور جو فی الواقعہ حکومت کا تختہ الٹ دینا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں کو حکومت ہندوستان سے باہر جانے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اور ان کے لئے آسانیاں بہم پہونچا سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ مولانا اسمٰعیل صاحب کو حجاز جانے سے روک دیتی۔ مثلاً مسٹر ٹیل کو حکومت نے یورپ جانے کی اس وقت اجازت دی۔ جبکہ وہ نظام حکومت کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرنے کے جرم میں جیلخانہ میں بند تھے۔ اسی طرح حال میں مسٹر سبھاش چندر بوس مشہور بنگالی لیڈر کو یورپ جانے کی آسانیاں حکومت کی طرف سے اس وقت بہم پہونچائی گئیں جبکہ وہ جیلخانہ میں مقیم تھے۔ اور اعلان کیا گیا۔ کہ ان پر بنگال کے ریگولیشن آف ۱۸۱۸ء کے ماتحت نظر بندی کی پابندی اسی دن (۲۳ فروری ۱۹۳۳ء) سے اٹھائی گئی ہے جس دن کہ وہ یورپ روانہ ہو گئے ٭

مولانا غزنوی کے سفر حجاز کی اہمیت

یہ صحیح ہے۔ کہ ان دونوں مشہور سیاسی لیڈروں کو جو کئی سال سے حکومت کے لئے بہت بڑی مشکلات پیدا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور حکومت خوب اچھی طرح سمجھتی ہے۔ کہ وہ کوئی موقع اسے نقصان پہنچانے کا جانے نہیں دیں گے۔ بحالی صحت کے لئے یورپ کی سیر و سیاحت کی اجازت دی گئی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مولانا غزنوی صاحب کی ایک مقدس مذہبی تقریب میں شمولیت خواہ وہ نفل کے طور پر ہی ہو۔ کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی۔ اور پھر جب یہ دیکھا جائے۔ کہ مولانا موصوف سے نہ تو حکومت کو اس قسم کا کوئی خطرہ لاحق ہے۔ جیسا کہ ٹیل اور مسٹر سبھاش چندر بوس کے متعلق ہے۔ اور نہ مولانا اب سیاسیات میں دخل دیتے ہیں ٭

دُور از تدبّر روّیہ

گورنمنٹ کا یہ وہ رویہ ہے۔ جس کے حق بجانب ہونے کی ہم کوئی وجہ نہیں پاتے۔ اور جس کے خلاف ہم پر زور آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ ان لوگوں کو جنہیں خطرناک سیاسی مجرم سمجھتی ہے۔ اور جن کی آزادی کو اپنے لئے سخت نقصان رساں قرار دے کر نظر بند کر رکھنا ضروری قرار دیتی ہے۔ بیرون ہند جانے کے لئے آزاد کر دیتی ہے۔ اور دوسری طرف ایک مقتدر مسلمان کو جس کا سیاسیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ محض اس بناء پر ایک مذہبی تقریب میں شمولیت اور

مذہبی مقامات کی زیارت سے محروم کر دیتی ہے۔ کہ اس نے ایک ٹریکٹ میں یہ لکھا ہے۔ کہ پولیس نے حاجیوں پر لاٹھی چارج کیا۔ اگر یہ غلط بھی ہو۔ تو اس سے کونسا اندھیر مچ گیا۔ کہ مولانا غزنوی کا ہندوستان سے باہر جانا۔ پٹیل اور جنید کوں سے بھی زیادہ خطرناک سمجھ لیا گیا۔ حکومت نہایت وسیع پیمانہ پر اس غلطی کی تردید کر سکتی تھی۔ اور زیادہ سے زیادہ مقدمہ دائر کر سکتی تھی۔ مگر اس نے ایسی راہ اختیار کی۔ جس کے متعلق کہنا پڑتا ہے کہ تدبر اور دور اندیشی سے خالی ہے۔

مداخلت فی الدین کا شور مچانے والے

مگر باوجود اس کے کہ ہم اس لحاظ سے حکومت کی غلطی سمجھتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ یہ مداخلت فی الدین ہے۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں مذہب۔ اور دین کی کوئی وقعت نہیں۔ انہوں نے ہر چھوٹے سے چھوٹے سیاسی معاملہ کو مداخلت فی الدین قرار دے کر ان الفاظ کو بالکل حقیر اور بے وقعت بنا دیا ہے۔ ایسے لوگ ہر موقعہ پر مداخلت فی الدین کا شور مچانے کے لئے تو تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسے موقعہ پر خود ان کے عقائد کے لحاظ سے ان پر جو فرض عائد ہوتا ہے۔ اس کی ادائیگی کا انہیں کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آتا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ مداخلت فی الدین کا ڈھنڈورا محض فتنہ انگیزی کے لئے پیٹتے ہیں۔ ورنہ وہ خود بھی اسے مداخلت فی الدین نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں نے چونکہ مسلمانوں کی عملی قوت اور اعتقادی حس کو سخت نقصان پہونچایا ہے۔ اور پہونچا رہے ہیں اس لئے ہم نے ہمیشہ ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور اس وقت تک اٹھاتے رہیں گے۔ جب تک وہ اس نقصان رساں طریق عمل سے باز نہ آجائیں۔

صحیح طریق عمل

دراصل یہ لوگ چونکہ عملی طور پر کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ اور نہ آئینی طریق سے اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کی تکلیف برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہر موقعہ پر مداخلت فی الدین کی دھمکی دے کر بیٹھے بٹھائے اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں۔ مگر ہر دفعہ ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔ اور پھر اپنا سا مونہہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے مردانہ وار جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اور حکومت سے جو غلطی سرزد ہو۔ اسے دلیری کے ساتھ اور معقول طریق سے پیش کر کے کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس کا اعادہ نہ ہو۔ نہ کہ بے فائدہ اور بے اثر شور و شر ڈال کر بیٹھ رہنا چاہیئے۔

مداخلت فی الدین کا شور مچا کر پھر اس معاملہ کو اتنی بھی وقعت نہ دینا جتنی کسی معمولی سے معمولی ذاتی معاملہ کو دی جاتی ہے۔ جہاں مسلمانوں کے دلوں سے مذہب کی قدر و منزلت کم کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ وہاں حکومت کی نگاہ میں بھی مسلمانوں کی توقیر کم کرتی ہے۔ اس غلط اور سراسر نقصان رساں طریق عمل

پرشین آئل کمپنی اور "سول"

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" اپنے ۳ مئی کے پرچہ کے مقالہ افتتاحیہ میں اینگلو پرشین آئل کمپنی کے تنازعہ کے فیصلہ پر تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ

"اینگلو پرشین آئل کمپنی نے اپنے کروڑہا پونڈ ایران میں نچھاور کر دیئے ہیں۔ اور رعایات کی تنسیخ سے قبل قریباً بیس ہزار ایرانیوں کو اس نے بڑے بڑے مشاہروں پر ملازم رکھا ہوا تھا سروے۔ اور ابتدائی تحقیقات پر حکومت ایران کی طرف سے ایک پیسہ کے صرف کئے بغیر بے انتہا مالی ذمہ داریاں برداشت کی گئی تھیں۔ مؤخرالذکر حکومت تو صرف لینے کے لئے تھی۔ اُسے دینا کچھ نہ تھا"

کیا "سول" کا فاضل ایڈیٹر بتائے گا۔ کہ یہ رائے انصاف اور معقولیت کو مدنظر رکھ کر ظاہر کی گئی ہے؟ کیا تیل سے پُر زمین کی تہیں جو کروڑ در کروڑ پونڈ کی مالیت رکھتی ہیں۔ حکومت ایران کا ایک معمولی معاوضہ لے کر کمپنی کے سپرد کر دینا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ ایران نے ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔ اور سب کچھ برطانیہ کا خرچ ہو رہا ہے؟ کیا چند پونڈ کے عوض قدرتی خزانے کمپنی کے سپرد کر دینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو کیا برطانیہ اپنی کوئی کان اسی قدر پونڈوں کے عوض کسی حکومت کو دیدینے کے لئے تیار ہو گا۔

دراصل ایران کی وہ مجبوریاں جو اسے تیل کے نہایت قیمتی خزانہ کو دوسروں کے حوالے کر چکی ہیں۔ وہی اس قسم کے طعن آمیز خطاب کا موجب ہیں۔

ریاست بہاولپور کے خلاف ہندوؤں کی شورش

کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر جب ریاستی جبر و تشدد حد سے بڑھ گیا۔ اور ۹۵ فیصدی ہوتے ہوئے بھی ان کے لئے زندہ رہنا محال ہو گیا۔ تو برطانوی علاقہ کے مسلمانوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ذریعہ آئینی طور پر ان کی مدد کرنا ضروری سمجھا۔ اور قانون و ضابطہ کے اندر رہ کر مظالم اور حق تلفیوں کے انسداد کی کوشش کی۔ چونکہ یہ جدوجہد نہایت مضبوط آئینی بنیادوں پر کی گئی۔ اس لئے باوجود ریاست کی سخت مخالفت کے اسے مسلمانانِ کشمیر کے ان مطالبات میں سے بہت سے منظور کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ جو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے مشورہ اور راہ نمائی سے مرتب کئے گئے تھے۔ اور اس طرح گویا خود ریاست نے اعتراف کر لیا۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات نہایت معقول اور مبنی بر صداقت تھے۔ لیکن باوجود اس کے ہندو پریس نے شروع سے کر اخیر تک آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مخالفت کی۔ او

اس بناء پر کی۔ کہ بیرون ریاست کے لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ ریاستی معاملات میں دخل دیں۔

لیکن تعجب ہے۔ یہ دلیل پیش کرنے والے ہندو اخبارات خود آئے دن مسلمان ریاستوں کے خلاف بے ہودہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ اور حال میں ریاست بہاولپور کو انہوں نے نشانہ بنایا ہوا ہے۔ اور پنجاب کے ہندوؤں کو ریاست کے خلاف سخت اشتعال دلایا جا رہا ہے چنانچہ "پرتاپ" (یکم مئی) لکھتا ہے:-

"ہم پنجاب کے ہندوؤں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا آپ کو بہاولپور کے مصیبت زدہ ہندوؤں کی طرف کوئی فرض نہیں۔ آپ کے پڑوس کی ایک ریاست میں آپ کے بھائیوں پر اس قدر سختیاں روا رکھی جائیں۔ اور آپ کے کان پر جوں تک نہ رینگے کیا یہ اندھیر نہیں۔ ہندو سبھا اور راشٹریہ ہندو سبھا کہاں ہیں۔ کیا ان کی تمام کارروائیاں صرف کاغذی ریزولیوشنوں تک ہی محدود رہتی ہیں"

ہندوؤں کو تو مسلمان ریاستوں کے خلاف شورش پھیلانے کا کوئی موقعہ چاہیئے۔ اور جب ہندو اخبار غلط واقعات پیش کر کے اشتعال دلانے میں مصروف ہوں۔ تو اُن کی شوریدہ سری کے کیا کہنے۔

گاندھی جی کا برت اور "الجمعیۃ"

وہ شخص جس میں اتنا بھی شعور نہ ہو۔ کہ خودکشی کرنا اپنے خالق اور مالک کے خلاف صریح بغاوت اور سرکشی ہے۔ اور جو بات بات پر نادان بچوں کی طرح۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جان دینے کے لئے تیار ہو جائے۔ جو پہلے کئی بار فاقہ کشی کر کے دیکھ چکا ہو۔ کہ اس نے کچھ بھی اثر پیدا نہ کیا۔ اس کی طرف سے فاقہ کشی کرنے کا اعلان ہونے پر "جمعیۃ العلماء ہند" کے آرگن "الجمعیۃ" کا یہ لکھنا نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ کہ

"اگر برت نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ تو اس سے نہ صرف ان کو بلکہ تمام ہندوستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچیگا"

اگر "الجمعیۃ" اسلام کے پیش کردہ خدا پر حقیقی معنوں میں ایمان رکھتا۔ اور اس کی شان سے واقف ہوتا۔ تو اس کے لئے یہ سمجھنا بھی کوئی مشکل نہ تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنے بوجھ سے زمین کو ہلکا کرنے والا ایک ذرہ بھر بھی خدا کی مخلوق کے لئے نقصان رساں نہیں ہو سکتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ "الجمعیۃ" گاندھی جی کی عقیدت میں اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈالتا ہوا یہ سمجھ رہا ہے۔ کہ اگر ان کے برت نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ تو اس سے ہندوستان کو ایسا نقصان پہونچے گا جس کی تلافی خدا تعالیٰ بھی کسی صورت میں نہیں کر سکیگا۔ اگرچہ یہ گاندھی پرستی کا نہایت افسوسناک منظر ہے۔ لیکن جب خود گاندھی جی کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ انہیں...

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب مبلغ انگلستان کی دعوتِ چائے پر

ہمارے تمام کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے توکل پر ہونی چاہیئے

صدر انجمن احمدیہ کے محرروں کی طرف سے جناب خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب مبلغ انگلستان کے اعزاز میں یکم مئی کو جو ٹی پارٹی دی گئی۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر)

میں قریباً

دس دن کی بیماری

کے بعد چونکہ آج گھر سے نکلا ہوں۔ اس لئے کرسی پر بیٹھنا بھی میرے لئے ایک حد تک تکلیف کا موجب ہوا ہے لیکن جس تقریب کے لئے آج ہم بلائے گئے ہیں۔ وہ اس قسم کی ہے۔ کہ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔

سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کن وجوہ سے بہرحال واقعات یہ ہیں۔ کہ خانصاحب کے آنے پر جیسا کہ عام دستور چلا آتا ہے۔ ٹی پارٹیاں ہونی چاہیئے تھیں۔ مگر نہیں ہوئیں۔ اس وجہ سے میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ شائد درد صاحب کے جاتے پر جو خطبات میں نے پڑھے۔ ان کی وجہ سے بعض لوگوں میں

ایک قسم کا خوف

پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم اس میں حصہ لیں۔ تو شائد پرانے سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے۔ جو ان کے لئے مضر ہو۔ گو میں سمجھتا ہوں۔ میرا یہ خیال درست نہیں تھا۔ کیونکہ آج ہی مجھ سے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ بعض اور دوست بھی خانصاحب کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے جب مجھے اس ٹی پارٹی کی خبر پہنچی۔ تو

خاص طور پر خوشی

ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی ایک چیز تھی۔ جس نے میرے دل پر

بُرا اثر

پیدا کیا۔ اور وہ یہ کہ یہ دعوت جن لوگوں کی طرف سے تھی کیوں انہوں نے اس کا حلقہ اس حد تک محدود رکھا۔ جس حد تک محدود رکھا گیا ہے۔

میں اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں۔ کہ حضرت [illegible] اسلام کی موجودگی میں اور [illegible] اسلامی طریق عمل کے ہوتے ہوئے ہمارے

سوشل اور تمدنی تعلقات

میں افسر اور ماتحت کا کوئی امتیاز ہے۔ میری طبیعت نظام کے بارے میں جتنی سخت ہے۔ اسے سب لوگ جانتے ہیں۔ اطاعت ایک امیر کی یا اطاعت ایسے مامور کی جس کے لئے

اطاعت کا مقام

مقرر کیا گیا ہو۔ ایسی چیز ہے۔ جسے میں اسلام کی ترقی اور سلسلہ کی بہبودی کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس کے کہ اطاعت کے معاملہ میں میں ایسا شدید ہوں۔ کہ بعض لوگوں کو مجھ سے شکایت بھی پیدا ہوئی ہوگی۔ اور ہونی چاہیئے۔ اور باوجود اس بات کے جانتے کے کہ اس معاملہ میں میں

نہایت ہی سخت گیر

واقع ہوا ہوں۔ اب تک بھی میں اس امر پر قائم ہوں۔ کہ اگر پھر کبھی مجھے نظام سلسلہ کے متعلق کسی امر کا فیصلہ کرنا پڑے۔ تو میں اپنے پچھلے طریق عمل کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ میں اسلام کے لئے اور اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے آج بھی

نظام سلسلہ کی پابندی

اسی طرح ضروری سمجھتا ہوں۔ جس طرح آج سے پہلے ضروری خیال کرتا تھا۔ اور اگر آج یا کل یا پرسوں یا آج سے دس سال کے بعد بھی مجھے ضرورت پیش آئے۔ تو اطاعت کے معاملہ میں نہ صرف یہ کہ آگے سے کم سختی نہ کروں۔ بلکہ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ تربیت پر ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور اب تک

مکمل اصلاح

ہو جانی چاہیئے تھی۔ شائد پہلے سے بھی زیادہ سختی کروں لیکن باوجود اس کے میں خیال نہیں کرتا۔ کہ تمدنی معاملات میں ہمارے درمیان کوئی امتیاز ہے۔ جب تک کوئی کام ایک نظام کے ماتحت ہوتا ہے۔ ایک آمر اور ایک مامور ہوتا ہے۔ اس وقت تک امتیاز قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر جونہی سوشل تعلقات کا وقت آجاتا ہے۔ یہ تمام امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت یہ امر [illegible] ہمارے درمیان قائم ہو جاتا ہے۔ کہ

اسلام کسی امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا

سوائے اس امتیاز کے جو ادب کا امتیاز ہے۔ یا سوائے اس امتیاز کے جو محبت کا امتیاز ہے۔ یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو کسی قانون کے ماتحت نہیں آتیں۔ کوئی قانون دنیا میں ادب کے امتیاز کی حدبندی نہیں کر سکتا۔ اور کوئی قانون دنیا میں محبت کے امتیاز کی حدبندی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ قانون محدود الفاظ میں ہوتا ہے لیکن

ادب اور محبت

نہایت وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ بچپن میں ہم ایک کہانی پڑھا کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص تھا۔ جو نہایت سخت گیر تھا۔ اور ہمیشہ اپنے نوکروں سے ایسے کاموں کا تقاضا کرتا۔ جو ان کے فرائض میں شامل نہ ہوتے۔ اور جب وہ انہیں سر انجام نہ دے سکتے۔ تو نکال دیتا۔ آخر اسے جیسا ہی اسے ایک نوکر مل گیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ حضور میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر پہلے مجھے کاغذ پر لکھ دیں۔ کہ میرے کیا کیا فرائض ہیں۔ آقا کے ذہن میں جسقدر باتیں آسکتی تھیں۔ وہ تمام اس نے کاغذ پر لکھ دیں۔ اور سمجھ لیا۔ کہ اب میں نے خوب اسے جکڑ لیا ہے۔ اور اسے میرا ہر کام کرنا پڑے گا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ کچھ دنوں کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔ نوکر ساتھ تھا۔ کہ گھوڑا بدک کر بھاگا۔ آقا گر پڑا۔ اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اس نے شور مچایا۔ اور نوکر سے کہا۔ کہ مجھے بچاؤ۔ مگر نوکر نے کاغذ نکال کر کہا۔ سرکار دیکھ لیجئے اس میں یہ کام نہیں لکھا۔ تو ادب اور

بنی نوع انسان کی محبت

نہایت وسیع مضامین ہیں۔ اتنے وسیع کہ خدا کی کتاب نے بھی انہیں تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا کو ان باتوں کا علم نہیں۔ علم ہے۔ لیکن اگر وہ بیان کرتا۔ تو اتنی ضخیم کتاب ہو جاتی۔ کہ قیامت تک پڑھنے کے باوجود انسان اسے

مکمل طور پر نہ پڑھ سکتا۔ پس میں اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں۔ کہ وہ سوشل تعلقات جو افراد میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کو اسلام نے قائم کیا ہے۔ ان کے بارے میں ہم میں کسی قسم کا امتیاز ہو۔ اور اگر ہے تو یقیناً اس امتیاز کو قائم نہیں رہنا چاہیئے۔ میں نہیں جانتا۔ یہ دعوت جو تھی کیوں اور کن حالات کے ماتحت کلرکوں تک ہی محدود رہی۔ اگر کلرکوں کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی۔ کہ اس موقعہ پر خان صاحب کو ٹی پارٹی دینی چاہیئے۔ تو کیا وجہ ہوئی۔ کہ انہوں نے اپنے افسروں کو اس میں شامل نہ کیا۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ میں انہیں قصوروار سمجھتا ہوں۔ میں ان پر الزام نہیں رکھتا۔ صرف اپنی

حیرت کا اظہار

کرتا ہوں۔ کہ کیا ان کا سبب یہ خیال تھا۔ کہ انہوں نے سمجھا اگر ہم یہ سوال اٹھائیں گے۔ تو ممکن ہے۔ جو افسر سمجھے جاتے ہیں۔ کہیں۔ کہ ہم اس میں کیوں حصہ لیں۔ یا یہ کہ انہیں اس امر کا خیال ہی نہیں آیا۔ کہ افسروں کو بھی شریک کیا جائے۔ اگر انہیں خیال نہیں آیا۔ تب بھی قابل افسوس بات ہے۔ کیونکہ اس کی بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ اور اگر امتیاز سمجھا گیا۔ تب تو قابل افسوس بات ہے ہی۔ ذاتی طور پر میں ہمیشہ حیران رہا ہوں۔ کہ خلافت کو چھوڑ کر دو محکمے ایسے ہیں۔ جنہیں ایسے موقعہ پر جب کوئی مبلغ باہر سے آئے اور وہ ایسا مبلغ ہو جس نے خدمات اسلام کی ترقی کے لئے ہوں۔ اور اس کا اعزاز جماعت پر واجب ہو۔ اسکی دعوت میں حصہ لینا چاہیئے۔ مگر دونوں محکموں نے آج تک اس میں حصہ نہیں لیا اور مجھے ہمیشہ حیرت رہی ہے۔ کہ جن دو محکموں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ باہر سے آنے والے

مبلغین کا اعزاز

کریں۔ وہی دو محکمے ہمیشہ لاپرواہ رہتے ہیں اور انہوں نے کبھی بحیثیت محکمہ اس میں حصہ نہیں لیا۔

جب کوئی مبلغ باہر جاتا۔ یا تبلیغ کے بعد قادیان واپس آتا ہے۔ تو میں دیکھتا ہوں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ اس کے اعزاز میں حصہ لیتے ہیں۔ بعض ذاتی دوست ہوتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر دعوت کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جو مبلغ باہر جاتا۔ یا باہر سے قادیان آتا ہے۔ اس کا خلافت کے بعد پہلا تعلق

ناظر دعوت و تبلیغ

سے ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا تعلق قادیان کی مقامی جماعت سے ہوتا ہے۔ لیکن اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو جب سے کہ یہ سلسلہ تبلیغ شروع ہوا ہے۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ کہ کبھی ناظر دعوت و تبلیغ یا

لوکل انجمن

کی طرف سے آنے والے مبلغین کو دعوت نہ سہی۔ اعزازی پارٹی ہی دی گئی ہو۔ مجھے جب بھی یہ خیال آیا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں ان کی مثال ویسی ہی ہے۔ جیسے کسی شخص کے گھر مہمان آئے۔ اور وہ باہر نکل کر اعلان کرنا شروع کر دے۔ کہ بھائیو میرے ہاں مہمان آیا ہے۔ اپنے اپنے گھر کھانا تیار رکھنا۔ اور اتنا کہہ کر وہ سمجھ لے۔ کہ اس کا فرض ادا ہو گیا۔

ذاتی طور پر

میں ہمیشہ آنے والے مبلغین کے اعزاز میں حصہ لیتا ہوں۔ الا ماشاء اللہ اگر بعض دفعہ نہ ہو سکا ہو۔ تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ جب بھی کوئی مبلغ آتا ہے میں ہمیشہ اسکی دعوت کرتا ہوں تاکہ جماعت میں یہ احساس رہے۔ کہ ہم ان لوگوں کے کاموں کو

قدر کی نگاہ

سے دیکھتے ہیں۔ غرض میرا نمونہ ان لوگوں کے لئے موجود تھا۔ اور نچلے لوگوں کا نمونہ بھی موجود تھا۔ یعنے طالب علموں کا۔ کیونکہ وہ نچلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نگاہیں راہ نمائی حاصل کرنے کے لئے ہماری طرف اٹھا کرتی ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ اوپر سے انہوں نے مجھے اعزاز کرتے دیکھا۔ اور نیچے سے طالب علموں کو قادیان کی لوکل انجمن احمدیہ اور نظارت دعوت و تبلیغ نے کبھی مبلغین کی آمد پر اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنا فرض صرف یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ دوسروں کی پارٹی میں حصہ لیا۔ اور چلے گئے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں۔ سب سے پہلا حق ناظر دعوت و تبلیغ کا ہے۔ کہ وہ ذاتی طور پر نہیں۔ بلکہ

نظارت کا نمائندہ

ہو کر مبلغ کا خیر مقدم کرے۔ دنیا کی حکومتوں میں بھی جب کوئی شخص نمایاں کام کر کے آتا ہے۔ تو فارن سکرٹری اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت اس کی خدمات کو تسلیم کرتی۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اگر یہی دعوت میں تحریک کر دی جاتی۔ اور کسی کو خیال آجاتا۔ کہ ناظروں کو بھی کہہ دینا چاہیئے۔ کہ وہ اس میں شریک ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں۔ اس

پرانی کوتاہی

کے ازالہ کی صورت نکل آتی۔ مگر کسی وجہ سے نہ محرروں کو یہ خیال آیا۔ اور نہ ہی ناظروں کو۔

میں اس بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ سوشل تعلقات میں امتیاز نہیں ہوتا۔ محرر یا ناظر ہونا چھوٹا یا بڑا ہونا محض انتظامی امور کے لئے ہے۔ ورنہ اسلام تو آیا ہی اس لئے ہے۔ کہ تا وہ تمام بنی نوع انسان میں

محبت اور اخوت کے تعلقات

قائم کرے۔ وہ جہاں اس قدر شدید اطاعت قائم کرتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا مہربان بھی فرماتا ہے۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی یعنے جس نے میرے امیر کی اطاعت کی۔ اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی۔ وہاں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی کے طریق میں

سوشل معاملات

کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ اور اگر ہم اپنی زندگیوں میں ان امتیازات کو مٹا نہ سکیں۔ سوائے ادب اور محبت کے امتیازات کے۔ تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ ہم اسی ملوکیت کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے مٹانے کے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

ہوئی ؛

میں سمجھتا ہوں۔ اگر

محرروں کے دل میں

یہ خیال نہیں آیا تھا۔ کہ وہ ناظروں کو اس میں شامل کرتے۔ تو خود ناظروں کو یہ احساس ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ رشک سے محرروں سے کہتے۔ کہ ہمیں کیوں اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ ہمیں بھی حصہ دار بناؤ۔ اور شامل کرو۔ اگر محرروں کے دل میں یہ شبہ تھا۔ کہ وہ ناظر ہیں۔ اور ہم محرر۔ ممکن ہے۔ وہ اس میں شریک ہونا پسند نہ کریں۔ تو

ناظروں کا فرض

تھا۔ کہ وہ خود اس شبہ کو دور کرتے۔ اور اس طرح ایک وقت میں دونوں اعزاز میں حصہ لیتے ؛

اس کے بعد میں کچھ اس کام کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جس کے لئے خان صاحب ولائت گئے تھے۔ جب وقت

درد صاحب کی انگلستان سے واپسی

کا وقت آیا۔ اور میں نے دوستوں سے اس بارہ میں مشورہ لیا۔ کہ ان کی جگہ خانصاحب کو ولائت بھیجا جائے۔ تو کئی دوستوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا۔ کہ چونکہ خانصاحب نے یہ کام اس رنگ میں پہلے نہیں کیا۔ اگرچہ وہ پنجاب میں بعض جماعتوں کے امیر رہے ہیں۔ مگر چونکہ یہ

جدید نوعیت

کا کام ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ وہ اسے بخوبی سرانجام نہ دے سکیں۔ لیکن اس وقت میرے دل میں جو چیز تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ظاہری قابلیت کے ساتھ

دل میں اخلاص اور خشیت

ہو۔ اور میں سمجھتا تھا۔ اگر ایسا ہو گا۔ تو گو ظاہری حالات کیسے ہی ہوں۔ اللہ تعالےٰ اخلاص کو قبول کر کے اس کمی کو پورا کر دیگا۔ اس میں شبہ نہیں۔ کام کی نوعیت کے لحاظ سے جس قسم کے

تجربہ کی شہادت

کی۔ والا الذات کو حاصل نہیں تھا۔ اور ظاہری حالات

لحاظ سے دوستوں کا مشورہ وزنی تھا۔ مگر یہ اسی صورت میں قابل قبول ہو سکتا تھا۔ جب ہم یہ خیال کریں۔ کہ ہمارا سلسلہ بھی

دوسری قسم کی تنظیموں میں سے ایک تنظیم

ہے۔ لیکن جبکہ یہ صحیح نہیں۔ اور جبکہ ہمارا سلسلہ خدائی سلسلہ ہے اور خدائی تائید و نصرت ہمارے شامل حال ہے۔ تو اس قسم کا خیال بھی صحیح نہیں ہو سکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اور یقین رکھتا ہوں۔ کہ جب کوئی مومن خدا تعالےٰ کے دروازہ پر گر جائے۔ تو خواہ وہ نہایت ہی کمزور ہو۔ اس کا تجربہ محدود اور اس کا علم معمولی ہو پھر بھی اللہ تعالےٰ کے حضور کامل طور پر گر جانے کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے ایسی راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ کہ وہ کام میں کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ اور مشکلات اس کے رستہ سے دور ہو جاتی ہیں۔

مجھے یاد ہے۔ جس وقت

میری خلافت کا زمانہ

شروع ہوا۔ تو ابھی پانچ سات ہی دن ہوئے تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یہیں تھے۔ جب وہ لاہور جانے لگے۔ تو ماسٹر عبد الحق صاحب مرحوم کی روایت تھی۔ کہ انہوں نے آہ بھرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر اور مدرسہ ہائی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ہم تو جاتے ہیں۔ لیکن یہ عمارتیں جو سلسلہ احمدیہ کے لئے قائم کی گئیں۔ ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہیں۔ کہ اب یہ سکول ٹوٹ جائیگا اور عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ اس میں شبہ نہیں

ظاہری حالات کے ماتحت

یہ خیال صحیح سمجھا جا سکتا تھا۔ میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی۔ سستی کہو۔ یا صحت کی کمزوری خیال کر لو۔ میں سکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دینی تعلیم ایسی تھی۔ کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کتاب خود پڑھا کرتے تھے۔ آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے۔ مگر میری صحت کو اس قدر کمزور خیال فرمایا کرتے تھے۔ کہ بخاری اور مثنوی رومی خود پڑھتے۔ اور میں سنتا جاتا۔

عربی ادب کی کتابیں

بھی خود ہی پڑھتے۔ اور جب میں پڑھنا چاہتا۔ تو فرمایا کرتے۔ میاں تمہارے گلے کو تکلیف ہو گی۔ مجھے یاد ہے بخاری کے ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے۔ مگر بعد میں آدھ آدھ پارہ روزانہ بغیر ترجمہ کئے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے۔ اور اگر میں پوچھتا۔ تو فرماتے جانے دو

خدا خود ہی سمجھا دے گا

میرے تجربہ میں ایسی حالت اور ... کی کیفیت یہ تھی۔ پھر سلسلہ کے انتظام

کے لحاظ سے ہمارے انتظام میں کوئی دخل نہ تھا۔ شروع سے آخر تک پورے طور پر وہی لوگ حاوی سمجھے جاتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ سارے کارکن چلے جائیں گے۔ تو کام خود بخود بند ہو جائے گا۔ مالی حالت ایسی تھی۔ کہ جس دن وہ گئے ہیں۔ اس دن خزانہ میں غالباً

323

دس آنہ کی رقم

تھی۔ اور پھر انجمن پر قرض بھی تھا۔ ایسے حالات میں انہیں یقین تھا۔ کہ سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ اور عیسائی ہماری درسگاہوں پر قبضہ کر لیں گے۔

پس میں سمجھتا ہوں۔ وہ کہنے والا ایک حد تک معذور تھا۔ لیکن ان ظاہری سامانوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی تھی۔ اور وہ

ایک بالا ہستی

تھی۔ وہ ایک ایسی ہستی تھی۔ جو اندر بھی ہے۔ اور باہر بھی۔ اول بھی ہے۔ اور آخر بھی۔ هو الاول والآخر والظاهر والباطن جس وقت ظاہری حالات یہ کہہ رہے تھے۔ کہ یہ سلسلہ چند دنوں تک ٹوٹ جائے گا۔ اس وقت اس ہستی نے مجھے کہا

خدائی کاموں کو کون روک سکتا ہے

اور اس وقت جب تفرقہ کی ابتدا تھی۔ اور خود ان کی طرف سے یہ کہا جا رہا تھا۔ کہ جماعت کا اٹھانوے فیصدی حصہ ہماری طرف ہے، پہلے ہفتہ کے اندر اندر ہی خدا تعالےٰ نے مجھے الہاماً بتایا۔ کہ لیمزقنهم ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم ہے۔ کہ ہم انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت

ہے۔ ابھی چند دن ہوئے غیر مبایعین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا مجھے اشتہار ملا۔ وہ لکھتا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ ہمارے عقائد درست ہیں۔ لیکن میرا نام لکھ کر کہتا ہے۔ ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ان کا الہام لیمزقنهم ہمارے متعلق پورا ہو چکا۔

غرض میرا یہ تجربہ ہے۔ کہ جب خدا کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ اور

انسانی عقل

ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی تجربہ کے ماتحت میں نے خانصاحب کو انگلستان روانہ کیا۔ خانصاحب سے میری

پہلی ملاقات

ان کے احمدیت میں داخل ہونے سے بھی پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت میں فیروز پور کسی لیکچر کے لئے گیا۔ اور ان سے واقفیت ہوئی۔ پھر حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے قرآن مجید کا کچھ حصہ مجھ سے سبقاً بھی پڑھا۔ تو چونکہ

میرے تعلقات ان سے قدیم سے تھے۔ اس لئے میں ان پر حسن ظنی رکھتا تھا۔ اور میں سمجھتا تھا۔ کہ اگر ظاہری تجربہ میں کوئی کمی بھی ہوئی۔ تو یہ دعائیں کر کے اس کمی کو پورا کر لیں گے۔ اسکے بعد جب

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب

ولایت گئے۔ تو ان کی رپورٹ جو لنڈن مشن کے متعلق تھی۔ وہ نہایت ہی خوشکن تھی۔ انہوں نے لکھا۔ کہ اب کچھ اس قسم کی ترقی خدا کے فضل سے ہو چکی ہے۔ کہ یوں کہنا چاہیئے۔ گویا

پہلا نظام

ہی بدل گیا ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ کی اس سنت کے ماتحت کہ جو بھی اس کے سامنے گر جائے۔ وہ خاص طور پر اسکی نصرت فرماتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے خانصاحب کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر یہی روح ان میں قائم رہی۔ تو خدا تعالےٰ انہیں اور بھی

خدمت دین کے مواقع

عطا فرمائے گا۔

میری غرض اس تمام بیان سے یہ ہے۔ کہ اصل چیز جس پر ہمارے

تمام کاموں کی بنیاد

ہونی چاہیئے۔ وہ اللہ تعالےٰ پر توکل ہے۔ علم کے لحاظ سے ہمارے بڑے سے بڑے عالم بھی دنیا کے دوسرے عالموں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور درحقیقت اگر ہم یہ نہ کہیں۔ تو ایک حقیقت کا انکار ہو گا۔ کہ اگر ہماری جماعت کے سائنسدانوں کو لیا جائے۔ تو وہ باقی دنیا کے سائنسدانوں کے مقابلہ میں بچوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر

دنیاوی علوم

کو لیا جائے۔ تو اس لحاظ سے بھی ہمارے علماء کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیا میں ایسے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری عمریں محض چند مسائل کی تحقیق میں صرف کر دیں۔ اور ان کا مقابلہ ... ہمارے ... کیا ساری دنیا بھی نہیں کر سکتی پھر اسی زمانہ میں مسلمانوں میں ایسے ایسے عالم ہیں۔ جنہوں نے

فقہ تاریخ اور حدیث

کے متعلق ایسی کتابیں لکھی ہیں۔ جو پہلی کئی مستند کتابوں سے فوقیت لے گئی ہیں۔ پس اگر ظاہری علوم کو مد نظر رکھا جائے۔ تو ہمارا سائنسدان دوسرے سائنسدان کے مقابلہ میں۔ ہمارا ڈاکٹر دوسرے ڈاکٹر کے مقابلہ میں۔ ہمارا انجنیئر دوسرے انجنیئر کے مقابلہ میں۔ ہمارا مشنری دوسرے مشنری کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اگر عیسائی مشنریوں کو دیکھا جائے۔ تو عیسائیوں میں ایسے عالم نظر آتے ہیں۔ کہ وہ ظاہری علوم میں اس قدر ترقی کر چکے ہیں۔ کہ ہمارے مبلغوں کی ان کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک موقع بھی آج تک ایسا نہیں آیا۔ کہ دنیا کے کسی

بڑے سے بڑے عالم

سے ہمیں شکست اٹھانی پڑی ہو۔ جب وہ ہمارے مقابل پر آتے ہیں۔ تو اس قدر مرعوب ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں اور ان کی ڈینگیں اور بڑیں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں

میں جب ولایت گیا تو

پروفیسر مارگولیتھ

کے متعلق مجھ سے بعض انگریز اور ہندوستانی طالب علموں نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے میں جب قادیان گیا اور عربی میں گفتگو کرنی چاہی تو کوئی مجھ سے عربی زبان میں گفتگو نہ کر سکا۔ پروفیسر مارگولیتھ اس سے پہلے قادیان آ چکا تھا میں نے جب یہ باتیں سنیں تو انہیں کوئی وقعت نہ دی مگر وہ ہندوستانی طالب علم اصرار کرنے لگے کہ اب آپ ولایت آئے ہوئے ہیں یہ ایک نیکی کا کام ہے اور

اسلام کی فتح

ہوگی۔ اگر اس کے دعویٰ کو باطل کیا جائے۔ اس کے ساتھ عربی میں گفتگو کریں۔ بعض انگریز تماش بین تھے وہ بھی اصرار کرنے لگے آخر میں نے ایک مجلس منعقد کی اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے کہا کہ چائے کی پارٹی پر پروفیسر مارگولیتھ کو بھی بلانے کا ارادہ ہے اس سے آج عربی میں گفتگو کریں گے۔ آخر وہ آیا اور اس سے گفتگو شروع کی گئی۔ مگر ابھی دو چار ہی باتیں ہوئی تھیں کہ اس طرح اس کے حواس اڑے کہ تمام لوگ حیران رہ گئے۔ اس کا منہ خشک ہو گیا اور کہنے لگا آپ لوگ عالم ہیں میں آپ سے عربی میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ ارد گرد جو لوگ کھڑے تھے وہ اس کی باتوں پر ہنسنے لگے۔ اور انہوں نے تمسخر کرنا بھی شروع کیا۔ مگر وہ بوکھلا [illegible] بالکل رفتہ ہو گیا زبان خشک ہو گئی اور اصرار کے باوجود باتیں کرنے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ

مستشرقین میں چوٹی کا آدمی

سمجھا جاتا ہے

اسی طرح ایک اور مجلس میں دو بڑے بڑے آدمی جو زبردست مصنف اور عربی علوم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور انگریزوں کے زبردست اور انٹیلیکٹ میں مر [illegible] تھے۔ ہمارے سامنے ان سے کسی شخص نے ایک سوال کیا۔ مگر ان [illegible] نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا ان کی موجودگی میں ہم کیا جواب دے سکتے ہیں حالانکہ وہ اتنا معمولی سوال تھا کہ ہمارا ایک طالب علم بھی اس کا جواب بآسانی دے سکتا ہے مگر

حق کا رعب

ایسا پڑا کہ وہ ہمارے سامنے بول نہ سکے۔ اسی طرح اور مقامات پر بھی میں نے دیکھا ہے کہ الٰہی نصرت ایسے طریق پر مومن کے شاملِ حال ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ ظاہری علوم میں پیچھے ہوتا ہے لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر یہ نصرت خشیتِ الٰہی کے نتیجہ میں آیا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر ہے ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اصل بات یہ ہے کہ خشیت اللہ اگر انسان کو حاصل ہو جائے تو نصرت الٰہی بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور پھر کوئی میدان ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ دشمن سے گھبرا سکے۔ بلکہ

ہر میدان میں فتح

حاصل ہوتی ہے اور کیوں فتح نہ ہو۔ جبکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ یعنی خدا تعالیٰ نے یہ فرض قرار دے دیا ہے کہ میں اور میرے رسول دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے اس جگہ رسل سے صرف رسول ہی مراد نہیں۔ بلکہ رسولوں کے متبع بھی اس میں شامل ہیں۔ پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس گروہ کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے غلبہ مقدر ہو وہ بجائے غالب ہونے کے مغلوب ہو جائے لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر ایمان ہو۔ ظاہری لحاظ سے دوسرے لوگ ہم سے بہت آگے ہیں۔ اور

قوم کی خاطر قربانی کرنیوالے

بہت پائے جاتے ہیں۔ ہمارے دفاتر اور مدارس میں جو کام ہوتا ہے اگر ہم دیکھیں تو باہر کے لوگ زیادہ وقت دفتروں میں دیتے اور زیادہ [illegible] دلچسپی [illegible] تعلیم وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں پس ہمارے

اخلاص اور تعلق باللہ کا نشان

اگر ظاہری کام ہو تو یقیناً ہم دنیا کے سامنے اپنے کاموں میں شرمندہ ہو جائیں جو چیز ہمیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ قوم ذات یا ملک کے لئے یا مقرر کردہ آئیڈلز اور مقاصد کے لئے کام کرتے ہیں مگر ہم محض

اللہ تعالیٰ کی رضا

کے لئے کرتے ہیں یہ وہ امتیاز ہے جو ہم میں اور دوسروں میں ہے اور یہی وہ امتیاز ہے جس کی وجہ سے ہمارا تھوڑا کام بھی دوسروں سے زیادہ بہتر نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے کفار سے جنگ کر رہا تھا۔ صحابہ کہتے ہیں وہ اس قدر سرگرمی سے جنگ میں مصروف تھا کہ ہمیں رشک آتا تھا اتنے میں ایک صحابی نے دوسرے سے کہا دیکھو یہ کیسا جنتی آدمی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی یہ آواز پہنچ گئی آپ نے فرمایا۔ اگر کسی نے

دنیا کے پردے پر دوزخی

چلتا پھرتا دیکھنا ہو تو وہ اس لڑنے والے کو دیکھ لے چونکہ مسلمانوں کی ظاہری طور پر وہ بہت حمایت کر رہا تھا۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے

صحابہؓ کے دلوں میں تزلزل

پیدا ہوا اور انہوں نے کہا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص اسلام کے لئے اتنی قربانی کرے اور پھر بھی وہ دوزخ میں جائے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں جب لوگوں کے دلوں میں میں نے یہ وسوسہ پیدا ہوتے دیکھا۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم میں اس شخص کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں اس کے پیچھے پیچھے رہا۔ یہاں تک کہ وہ اسی جنگ میں

شدید زخمی

ہوا۔ آخری وقت سمجھ کر لوگ اس کے پاس آتے اور کہتے۔ تمہیں جنت کی بشارت ہو مگر وہ کہتا۔ مجھے جنت کی کیوں خبر دیتے ہو دوزخ کی خبر دو۔ کیونکہ میں نے آج اسلام کے لئے جنگ نہیں کی۔ بلکہ ان کفار سے مجھے کوئی پرانا بغض تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے میں ان سے لڑا۔ پھر اس کی حالت جب زیادہ خراب ہو گئی تو اس نے برچھی زمین پر گاڑی اور اس پر گر کر خودکشی کر لی۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے تھے میں نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا ہوا۔ اس صحابی نے تمام داستان سنائی تب آپ نے بھی فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کا رسول ہوں۔ تو ظاہری قربانیاں اگر دیکھی جائیں تو دنیا میں ہم سے زیادہ قربانیاں کرنے والے موجود ہیں گو

بحیثیت قوم ہمیں امتیاز حاصل ہے

مگر افراد کے لحاظ سے زیادہ قربانیاں کرنے والے مل سکتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تمام قربانیاں قوم یا ملک کے لئے ہوتی ہیں یا اس مذہب کے لئے ہوتی ہیں جسے وہ قوم کی طرح سمجھتے ہیں مگر ہم میں سے

ہر شخص کی نیت

یہ ہوتی ہے کہ اس کام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔ اور جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال انسانی نیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے تمام

کاموں میں للٰہیت

پائی جانی چاہیئے۔ قربانی چھوٹی ہو یا بڑی اگر للٰہیت ہوگی تو چھوٹی قربانی بھی بڑی ہو جائے گی اور اگر للٰہیت نہ ہوگی تو بڑی قربانی بھی کوئی نتیجہ پیدا نہ کر سکے گی۔ پس اصل چیز جو

برکت کا موجب

ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری تمام قربانیاں محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں۔ اگر ہم یہ مقصد لے کر کھڑے ہو جائیں تو دنیا سے تمام لڑائیاں اور جھگڑے فتنے اور فساد دور ہو جائیں اور بہت سی خلشیں جو امن سے محروم کر دیتی ہیں ناپید ہو جائیں کیونکہ جب کوئی شخص خدا کے لئے کام کرتا ہے اسی وقت اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ بندوں کی تعریف کا مشتاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر کوئی کرے تو شرمندہ ہو جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ جس کی خاطر میں نے کام کیا تھا۔ اگر وہ خاموش ہے تو ان لوگوں کی تعریف سے مجھے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کارکنوں کو یہ امر مد نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ افسر اور ماتحت ناظر اور محرر کے امتیاز کو تمدنی معاملات میں نہ لے جائیں اور سمجھ لیں۔ کہ ہم سب کا اصل مقصد یہ ہے کہ متحدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔

اس کے بعد میں

دعا

کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کی خدمت کو قبول فرمائے جنہوں نے یہ دعوت کی اور انہیں نیک اجر دے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ایک بھائی کی آمد پر خوشی منائی۔ اسی طرح میں

خانصاحب کے لئے دعا

کرتا ہوں کہ جو خدمات وہ بجا لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں ان کے دل میں اور زیادہ نیکی اور تقویٰ پیدا کرے کہ مومن کا یہی اجر ہے مومن کا وہ اجر نہیں جو اسے دنیا سے ملے۔ بلکہ اصل اجر وہ ہے جو اسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اسی طرح دوسرے مبلغ جو

میدان جنگ

میں ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرتے ہوئے سلسلہ اور اسلام کی خدمات کی پہلے سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

جناب ناظر صاحب اعلیٰ کا بیان

تقریر ختم ہونے پر جناب چودھری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ نے اجازت لے کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔

کلرکوں نے اس لئے اپنی طرف سے ٹی پارٹی نہیں دی۔ کہ وہ سمجھتے تھے ناظران کے ساتھ شامل نہ ہونگے۔ بلکہ جب مجھے اس ٹی پارٹی کا علم ہوا۔ اور میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ لوگ علیحدہ کیوں ٹی پارٹی دے رہے ہیں۔ تو انہوں نے ایک ایسی بات پیش کی۔ جسے میں نے معقول سمجھا انہوں نے کہا خان صاحب نے کلیریکل لائن میں اپنی زندگی گذاری ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس نسبت سے ہم انہیں ٹی پارٹی دے کر مسرت حاصل کریں۔

اعلان قابل توجہ موصیان

اکثر موصیان زر وصیت ادا کرتے وقت تفصیل ساتھ نہیں بھیجتے۔ ایسی رقوم دفتر محاسب میں رجسٹر بلا تفصیل میں تفصیل کے انتظار تک جمع رہتی ہیں۔ کچھ عرصہ انتظار کر کے دفتر محاسب چندہ عام میں داخل کر دیتا ہے۔ اس کے متعلق دفتر محاسب نے بھی اعلان کر دیا ہے۔ اب مزید آگاہی کے لئے بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ جو رقوم زر وصیت کی بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ بیمہ یا دستی داخل خزانہ کرائیں۔ اس کے ہمراہ تفصیل ضرور بھیج دیا کریں۔ میرے اس اعلان کو ہر جماعت کے سیکرٹری مال اور وہ موصیان جو فرداً فرداً اپنا زر وصیت علیحدہ بھیجتے ہیں۔ اچھی طرح نوٹ کر لیں۔ اس اعلان کے بعد ایسے موصیان کا عذر جن کا زر وصیت تفصیل نہ پہنچنے کی وجہ سے چندہ عام میں داخل ہو گیا۔ قابل پذیرائی نہیں ہوگا۔ انجمن کا مالی سال ۳۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو ختم ہو گیا ہے آخیر اپریل ۱۹۳۳ء تک موصیان حصہ آمد کا بقایا نکال کر بھیجا جائیگا۔ بہتر ہو۔ کہ ایسے موصیان ماہ مئی کے اندر اندر اپنا کل بقایا بھیجدیں۔ تاکہ ان کے نام بقایا نہ دکھلایا جائے۔ جن موصیان حصہ آمد کے ذمہ تین ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کا بقایا ہوگا۔ ان کے نام حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پیش کئے جائینگے۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۳ء تک بقایا رقم کا انتظار کیا جائیگا (سکرٹری مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی قادیان)

اہلیہ نیر مرحومہ

عمر و اولاد

۲۱ مارچ سنہ ۳۳ء کو میری رفیق زندگی عائشہ بانو، ۲۸ سال کی وفادارانہ رفاقت کے بعد قریباً ساڑھے بیالیس سال کی عمر میں عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گئیں۔

مرحومہ کے بطن سے خدا نے تین لڑکیاں اور تین لڑکے عطا فرمائے۔ مگر چار بچے بچپن ہی میں اللہ نے اپنی طرف بلا لئے صرف دو لڑکیاں زندہ ہیں۔ ایک کی شادی سنہ ۲۶ء میں ہوئی اور دوسری کا نکاح ۲۱ دسمبر سنہ ۳۲ء کو ہوا۔ رخصتانہ ۱۳ اپریل کو مقرر تھا۔ مگر رخصتانہ سے قبل مرحومہ خود رخصت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بچپن

مرحومہ کے والد سید عزیز الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کے وقت عائشہ بانو کی عمر تین سال کی تھی۔ سید صاحب کو بیعت کرنے کے بعد خطرہ تھا کہ بیوی مخالفت کریگی۔ مگر جب وہ گھر پہنچے تو دیکھا کہ عائشہ دیوار کی طرف منہ کئے کھڑی ہے اور دیوار سے باتیں کرتے ہوئے کہتی ہے میرے ابا تو ہو [illegible] ابا اللہ ہو گئے ہیں۔

بچی کی یہ بات سن کر بیوی نے کہا۔ میری بیعت کا خط بھی فوراً لکھدیں۔ اس طرح خداوند تعالیٰ نے مرحومہ کی والدہ کو احمدیت کو قبول کرنیکی سعادت سے بہرہ ور کر دیا۔

مخالفت میں صبر

والد کی کپورتھلہ سے (جہاں وہ مہاراج کے ذاتی ملازم تھے) منصوری تبدیلی ہو جانے پر ان کے عیال بریلی (جو ان کا وطن تھا اور جہاں ذاتی مکان تھا) چلے گئے۔ یہاں ایک وقت ایسا آیا۔ کہ مولوی احمد رضا خانصاحب کی فتویٰ زنی اور کافر گر کوششیں تمام جماعت احمدیہ کی مخالفت پر صرف ہونے لگیں۔ اور چونکہ سید صاحب کو احمدیت کی اشاعت کا جوش تھا پرانے شہر بریلی میں وہی دشمن کے مد نظر تھے۔ اس لئے ہر قسم کی مخالفت کا نشانہ ان کا گھر تھا۔ سید صاحب اکثر منصوری رہتے۔ گھر پر پانی بند۔ اینٹوں کی بوچھاڑ۔ کامل مقاطعہ یہاں تک کہ پسنہاری نے آٹا پیسنے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ہم بے دینوں کا آٹا نہیں پیستے۔ اب بھی سید صاحب چشم تر کہا کرتے ہیں۔ ماں بیٹیوں نے آٹا پیسا اور میری عائشہ (تیرہ برس کی ہو) کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ رات کو پانی بھرنے جاتیں۔ اور اینٹوں سے بچنے کے لئے صحن میں کپڑے تان دیتیں۔ اور قلت پانی کو مد نظر رکھ کر برتنوں کا دھوون بھی محفوظ رکھتیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے مرحومہ کو سلسلے کی مخالفت کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرنے اور مصیبتیں برداشت کرنے کی توفیق بخشی۔ سید صاحب فرمایا کرتے ہیں جوابی ٹریکٹ چھپ کر آتے اور ان کو سینے کا کام دونوں [illegible] ملکر کرتیں۔

شادی

باپ کی خواہش تھی۔ کہ میری بیٹی قادیان جائے۔ بیٹی کی دعا تھی۔ کہ میں قادیان جاؤں۔ سید صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے حضور لکھا۔ مجھے قادیان کا بھنگی بریلی کے سید سے افضل ہے حضور جہاں چاہیں میری لڑکی کا رشتہ کر دیں۔

دوسری طرف میری دعا تھی ~

وہ دن خدا کرے کہ کر جائیں قادیان میں
جاں بھی ہماری نکلے تو دارالامان میں
نیّر کوئے بلا تیرے قدموں سے دور ہے
دردِ فراق و گرمی ہجراں سے چور ہے

میں بریلی سے بھی آگے ضلع شاہجہانپور میں تھا۔ خدا وہاں سے مجھے لایا۔ اور پیارے مسیح نے مجھے بلایا۔ اور آجانے کے بعد وہ ہاتھ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی کے باعث چکی پیسنے سے چھالے پڑے تھے۔ میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ اور خدا کے برگزیدہ مسیح نے نکاح کے بعد جو بذریعہ تحریر ہوا۔ رخصتانہ کے لئے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کو میرے ہمراہ بریلی بھیجا۔

عسرت کی زندگی و وفاداری

میری تنخواہ اس وقت بیس روپے تھی۔ اور انجمن سے سو روپیہ قرض لیا تھا۔ جس میں سے پچاس کرائے پر صرف ہوگئے۔ اور پچاس منی آرڈر کر کے سید صاحب کو بھیج دیئے۔ کہ کوئی چیز ہماری طرف سے بنا دیں۔ میرے گھر میں تو کچھ تھا ہی نہیں۔ مگر اس بے سامان گھر کی زینت ایک ایمان رکھنے والا مکین تھا۔ میں بیمار تھا۔ بخار تھا۔ کھانسی اس زور سے ہوتی۔ کہ تھے ہو جاتی۔ ایک خادمہ کام کرنے آئی۔ اس نے تھے اٹھانے پر کراہت ظاہر کی عائشہ نے دیکھ لیا۔ اور آنے کے تیسرے دن جبکہ صرف پندرہ سال کا سن تھا۔ مجھ سے کہا۔ اگرچہ میرے نئے دن ہیں۔ مگر میں برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ خادمہ حقارت سے دیکھے۔ میں خود اٹھاؤں گی۔ اور اس وقت سے نہایت وفاداری کے ساتھ مجھ بیمار کی خدمت شروع کر دی۔ بھوک میں باپ کا دیا ہوا زیور فروخت کر کے کھلایا میرے چھ سال تبلیغ کے لئے ہندوستان سے باہر رہنے پر صبر و استقلال کے ساتھ زندگی بسر کی۔ چھوٹی بچیوں کی پرورش کی۔ ان کو پڑھنے پر لگایا۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ بڑی لڑکی نے مولوی تک کی تعلیم حاصل کی۔ اور چھوٹی نے میٹرک پاس کیا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ میری خدمت تبلیغ میں اس نیک باوفا بیوی کا بہت حصہ تھا۔

ایمان

مرحومہ کو اللہ تعالیٰ پر قابل رشک ایمان تھا۔ ہر مشکل پر کہا کرتیں۔ میں دعا کروں گی۔ اور مشکل ضرور حل ہو جائے گی۔ ہر فکر اور درد پر اٹھتیں اور وضو کرتیں مصلے پر رو رو کر دعائیں کرتیں۔ بعض اوقات سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی

آخری وقت میں دعائیں کرتے ہوئے کہا۔ میں احمدی اور پرانی احمدی ہوں۔ اے میرے پیارے میرے پیارے اللہ

خلافت پر ایمان اس قدر مضبوط تھا کہ سترہ سال کی عمر میں جب اہل لاہور نے حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانے میں خلافت کی مخالفت کی۔ اور میں بھی متاثر تھا۔ تو ماں اور باپ کی موجودگی میں مجھے مخاطب کر کے کہا۔ تم حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اولؓ) کی مخالفت کرتے معلوم ہوتے ہو۔ ہم طلاق لے لیں گے

ایثار

غریبوں پر شفقت۔ بچوں سے محبت۔ دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنا۔ اپنی ضرورت کو دوسرے کی خاطر قربان کرنا۔ اور سلسلہ کی ضروریات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا مرحومہ کا خاص وصف تھا۔ ایثار کی دو مثالیں لکھتا ہوں۔ صرف ایک مرتبہ میں نے سونے کی بالیاں بنوا کر دیں۔ پہننے کے چند روز بعد غائب تھیں۔ میں نے پوچھا بالیاں کہاں ہیں۔ کہا اللہ سے سودا کر لیا ہے۔ مزید دریافت پر معلوم ہوا۔ کہ لنڈن مشن کے لئے چندہ ہوا تھا۔ اس میں دے آئی ہوں۔

ایک مرتبہ ایک بڑھی عورت ہمارے گھر آئی۔ میں ڈلہوزی حضرت کی پیشی میں کام کرنے کے لئے گیا تھا۔ گھر پر صرف پانچ روپے قرض لے کر دے گیا تھا۔ اس نے آکر پانچ روپے کا مطالبہ کیا۔ مرحومہ نے عذر کیا۔ بڑھیا نے جب دیکھا۔ کہ اسکی امید پوری نہیں ہوئی۔ تو جاتے وقت ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "بی بی میں بڑی امید سے کر آئی تھی"۔ مجھ سے بیان کرتی تھیں۔ کہ اس فقرہ نے مجھے اپنی تمام ضرورتیں بھلا دیں۔ اور میں نے وہی پانچ روپے اسے دیدیئے۔ اور دعا کی۔ کہ اللہ میں نے ایک ضرورت مند کی ضرورت رفع کی ہے۔ تو میری ضرورت رفع کر۔ دوسرے روز دوپہر کو جب خادمہ سودا لانے کو پیسے مانگنے آئی۔ تو میں کشمکش و پیچ میں تھی۔ کہ ایک دم دروازہ پر دستک ہوئی۔ خادمہ پانچ روپے کا منی آرڈر لے کر آئی جو بمبئی سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے بھیجا تھا۔ میں نے دستخط کر کے لے لیا اور الحمد للہ کہا

علمی مذاق

گو تعلیم کے لحاظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ عالمہ تھیں مگر سلسلے کے اخبارات اور دیگر لٹریچر کا انہیں ہمیشہ شوق رہا۔ قرآن کریم کا ہر نیا ترجمہ و تفسیر خریدتی تھیں۔ اور مطالعہ کرتی تھیں۔ چونکہ حج کی بہت خواہش تھی۔ اس لئے آخری ایام میں احکام حج پر جو رسالے ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا۔ اور کتاب اسرار شریعت پڑھی۔ چونکہ حج میں تبلیغ کے مواقع ہوتے ہیں۔ اس لئے ریویو آف ریلیجنز کا مطالعہ شروع کیا۔ پہلی جلد ۱۹۰۲ء کا مطالعہ کر رہی تھیں۔ تصوف کی کتب بھی منگوائی تھیں۔ وفات سے قبل ہدیۃ الازواج۔ ترجمہ تحفۃ القلوب پڑھ رہی تھیں۔ آخری نشان صفحہ ۱۹۵ پر ہے۔ جہاں آخری عربی عبارت قل یتوفکم ملک الموت ہے جسکی تفسیر خود مطالعہ کرنے والی تھیں گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انگریزی بہت کم جانتی تھیں مگر موزوں الفاظ کلام میں استعمال کر سکتی تھیں۔ قرآن وحدیث و دیگر دینی مسائل کا تذکرہ ہو۔ تو کہا کرتی تھیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس پر یوں فرمایا۔ ہم نے درس میں اس طرح سنا تھا۔ غیر احمدی و مسیحی عورتوں سے مباحثہ بھی کر لیتی تھیں۔ مس شیرووڈ نام ایک مسیحی مبلغہ سے اسلام و مسیحیت پر معقول گفتگو کیا جانا مجھے خوب یاد ہے۔

عبادت

تلاوت قرآن عام مطالعہ کتب اور نوافل میں وقت گزارتی تھیں گذشتہ رمضان المبارک میں تمام روزے رکھے۔ اور مسجد میں جا کر ختم القرآن کے وقت دعا میں شریک ہوئیں۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بھی آخری دعا میں شرکت کی۔ رمضان المبارک میں قرآن پاک ختم کیا۔ اس کے بعد آخری دور میں اٹھارہ پارے تک پہنچی تھیں۔ قد افلح المومنون پر آخری نشان ہے۔ جب نماز میں رونا نہ آتا۔ تو افسوس کیا کرتی تھیں صدقہ قربانی کی بہت قائل تھیں۔ اور اکثر ہر منذر خواب پر قربانی کرتیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے شہادت القرآن آخری دفعہ پڑھ چکی تھیں۔ الوصیت کا آخری دنوں میں بار بار مطالعہ کیا۔ اور کہا حضور نے جو شرائط لکھی ہیں۔ میں نے ان سب کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے

وفات

مرحومہ کی وفات سے تین ماہ قبل گھر بھر کو منذر خوابیں آتی رہیں۔ میرے آخری سفر حیدرآباد سے قبل کہا۔ میں نے دعا کی ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتی۔ میں آپ سے پہلے جاؤں گی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رویا میں دیکھا۔ دو عورتیں ایک سیاہ برقعہ والی اور دوسری موتیا رنگ برقعہ والی حضور کی موٹر کے عیدگاہ سے واپس آتے وقت سڑک کے کنارے کھڑی ہیں۔ موخر الذکر نے موٹر ٹھہرانے کے لئے کہا حضور نے موٹر ٹھہرائی۔ موتیا رنگ کے برقعہ والی بیوی نے جسکی آواز سے حضور فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پہچانا۔ مرحومہ تھیں۔ حضور سے اس طریق پر تخاطب کیا۔ جیسا کہ موت کے وقت غلطیوں کی معافی مانگتے ہیں۔ حضور نے شفقت سے جواب دیا۔ اس طرح خداوند تعالیٰ نے حضور کو انکی وفات سے قبل از وقت اطلاع کر دی۔ اور حضور نے اور اہل بیت حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت شفقت و محبت کا اظہار کیا۔ اور صحابہ مسیح موعودؑ اور قادیان کے دوستوں کی بہت بڑی جماعت نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ میں بھی خوش قسمتی سے وقت پر پہنچ گیا۔ حضرت کوٹھی سے پیدل تشریف لائے۔ چارپائی اور صفیں درست کیں۔ کندھا دیا۔ لمبی دعائیں کیں۔ صحابہ کے قطعے میں بہشتی مقبرہ میں جگہ عنایت فرمائی۔ اور غریب نوازی خادم پروری اور قدامت کا پاس کیا

اے خدا بر تربتش باران رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

عید کے خطبے میں مجھے غنودگی سی ہوئی۔ میں نے دیکھا مرحومہ رویا میں آکر کہا۔ کہ میں حج کرنے آئی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ذوالحج میں جمعہ کے روز بلا کر اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ ~ آسمان تربت پہ تیری شبنم افشانی کرے۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔ اللہ اقبال کی آخرت اچھی کرے۔ اس کے الفاظ میں یاد کرتا ہوں ~ کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار۔ کون میرا خط نہ آنے سے رہیگا بے قرار۔ خاک مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا۔ اب دعائے [illegible]

(غمزدہ عبدالرحیم نیّر)

جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء کے موقعہ پر بیعت کرنیوالوں کی فہرست

429 میاں بخش صاحب ضلع گورداسپور
430 فیروز الدین صاحب ریاست جموں
431 محمد اسمٰعیل صاحب بٹالہ
432 غلام حیدر صاحب ضلع گورداسپور
433 رحمت اللہ صاحب ״ ״
434 رحمت علی صاحب ״ ״
435 شاہ محمد صاحب ״ لائل پور
436 غلام محمد صاحب ״ گورداسپور
437 حفیظن بی بی صاحبہ کندراپاڑہ
438 حسن بی بی صاحبہ ״
439 عبدالغنی صاحب جیسور
440 عبدالحمید صاحب ٹیپرہ بنگال
441 فضل کریم صاحب ضلع شاہ پور
442 محمد امین صاحب ״ ״
443 حلیمہ بی بی صاحبہ ״ ״
444 ناصر دین صاحب دیناج پور بنگال
445 عزیز اللہ خانصاحب کانگڑہ
446 عنایت اللہ خانصاحب افغان ضلع گورداسپور
447 محمد یعقوب خانصاحب کانگڑہ
448 نور محمد صاحب پونچھ
449 اعظم صاحب ضلع ملتان
450 جھنڈو صاحب ״ گورداسپور
451 رشیم بی بی صاحبہ زوجہ [illegible] صاحب
452 گوانی بیگم صاحبہ بنت امام بیگ صاحب کانگڑہ
453 نصر اللہ خان صاحب کانگڑہ
454 آیبہ بیگم صاحبہ ״
455 مریم بی بی صاحبہ ضلع منٹگمری
456 راج بی بی صاحبہ ״ ״
457 رحمت بی بی صاحبہ ״ ״
458 محمد قاضی صاحب کوہاٹ
459 اللہ رکھی صاحبہ بنت علی محمد صاحب ״ ״
460 ولیس بی بی صاحبہ بنارس چھاؤنی
461 بیگم بی بی صاحبہ ضلع سیالکوٹ
262 چیند خان صاحب ״ گورداسپور

463 فقیر محمد صاحب ضلع گورداسپور
464 دین محمد صاحب ״ ״
465 صادق صاحب قادیان
466 سکینہ بی بی صاحبہ ״
467 عبداللہ صاحب ״
468 سردار صاحب ״
469 اللہ رکھی صاحب ״
470 محمد حسین صاحب ضلع گورداسپور
471 فضل الٰہی صاحب ״ لاہور
472 احمد دین صاحب ״ سیالکوٹ
473 محمد دین صاحب ״ ملتان
474 حیات صاحب ״ ״
475 مسعودہ بیگم صاحبہ ضلع کانگڑہ
476 بیگم صاحبہ دھرم سالہ
477 عنایت بیگم صاحبہ ضلع کانگڑہ
478 شریف احمد خانصاحب ״ ״
479 علی احمد خان صاحب ״ ״
480 رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ ایوب خانصاحب ״ ״
481 محمود احمد خان صاحب ضلع کانگڑہ
482 حکیم ایوب خان صاحب ״ ״
483 عبدالعزیز صاحب گجرات
484 محمد حیات صاحب ضلع شاہ پور
485 محمد عمر صاحب آگرہ
486 محمد اسارت علی صاحب ״
487 منشی صفدر علی صاحب کلکتہ
488 غازی جبار علی صاحب ״
489 کلو شریف صاحب ״
490 عبدالحمید صاحب سیالکوٹ
491 سکینہ بی بی صاحبہ کلکتہ
492 احمد یوسف خان صاحب
493 غلام غوث صاحب ضلع گجرات
494 فتو صاحب کپورتھلہ
495 برکت علی خان صاحب ضلع گورداسپور
496 رؤف النساء صاحبہ اعظم گڑھ

497 مغلانی صاحبہ کھاریاں
498 محمد بی بی صاحبہ ״
499 جیونی صاحبہ ״
500 بیگم بی بی صاحبہ ״
501 جنت بی بی صاحبہ ״
502 راج بھری صاحبہ ״
503 سردار بیگم صاحبہ ضلع جالندھر
504 رسول بی بی صاحبہ باغبانپورہ
505 زبیدہ بیگم صاحبہ ״
506 جنت بی بی صاحبہ ریاست پٹیالہ
507 اہلیہ محمد شریف خانصاحب ״ ״
508 محمد شریف خانصاحب ״ ״
509 شیر محمد صاحب ״ فرید کوٹ
510 نظام الدین صاحب سرگودھا
511 فضل الدین صاحب ضلع شیخوپورہ
512 میاں جلال الدین صاحب داتہ زید کا
513 برکت بی بی صاحبہ ״
514 حاکم بی بی صاحبہ ״
515 سرور خان صاحبہ کیمل پور
516 میاں کھیون صاحب ضلع سیالکوٹ
517 مت بھرائی صاحبہ سلانوالی
518 سردار بی بی صاحبہ ״
519 بکھاں بی بی صاحبہ ״
520 عبدالحمید صاحب گجرات
521 اللہ دتا صاحب جلالپور جٹاں
522 سلطان بی بی صاحبہ ״
523 علی محمد خان صاحب ضلع ہوشیارپور
524 نیک محمد صاحب جالندھر
525 چوہدری سردار علی صاحب ضلع سیالکوٹ
526 سید احمد صاحب ״
527 خیر بی بی صاحبہ بنگہ
528 چوہدری سلطان احمد صاحب کھاریاں
529 بہاء الدین خانصاحب ضلع لودھیانہ
530 محمد اسلم خان صاحب ״ راولپنڈی
531 فضل کریم صاحب گجرات
532 اہلیہ صاحبہ فضل کریم صاحب ״
533 محمد کریم صاحب ״
534 برکت علی صاحب قادیان
535 سردار بیگم صاحبہ امرتسر

536 فتح محمد صاحب ضلع جالندھر
537 غلام محمد صاحب ״ ״
538 صوباں بی بی صاحبہ سمبڑیال
539 محمد لطیف صاحب مغلپورہ
540 محمد اظہر حسین صاحب فیروزپور چھاؤنی
541 جھنڈا صاحب ضلع امرتسر
542 عزت اللہ صاحب لاہور
543 شیخ مبارک بخش صاحب سونگڑہ
544 والدہ ״ ״ ״
545 برادرہ ״ ״ ״
546 حاکم علی صاحب ضلع سیالکوٹ
547 بی صاحبہ سڑوعہ
548 نورجان صاحبہ ״
549 محمد علی صاحب علاقہ سندھ
550 منشی غلام رسول صاحب جامپور ڈیرہ غازیخان
551 محمد اشرف صاحب لاہور
552 ذکاء اللہ صاحب ״
553 ولی محمد صاحب ریاست کشمیر
554 فتح بیگم صاحبہ راجوری
555 محمد ولد راجہ صاحب ״
556 سردار غلام حسین خانصاحب نمبردار ریاست پونچھ
557 خانزادہ محمد منظور خانصاحب علاقہ فرنٹیئر
558 اللہ ڈوایا صاحب ریاست بہاولپور
559 مرتضیٰ حسین صاحب کلکتہ
560 محمد یسین صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع لائلپور
561 سردار خان صاحب ״
562 غلام محمد صاحب ریاست پٹیالہ
563 محمد موسیٰ صاحب ضلع منٹگمری
564 چوہدری شیر محمد صاحب ״ لائلپور
565 مولا بخش صاحب ״ دہلی
566 سید حفیظ الحسن صاحب ضلع انبالہ
567 محمد عبداللہ صاحب میر کشمیر سٹیٹ
568 ریشہ داکین صاحب ״ ״
569 چوہدری قدرت اللہ خانصاحب ضلع گوجرانوالہ
570 چوہدری عبدالرحمٰن خانصاحب ״ ״
571 ״ محمد علی صاحب نمبردار ״ ״
572 محمد عبداللہ صاحب ضلع امرتسر
573 بوٹے خان صاحب نمبردار ״ ہوشیارپور
574 نصیر الدین صاحب ریاست کشمیر
575 ماسٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب ״ لائلپور

576 میاں غلام قادر صاحب اسلام آباد کشمیر
577 حاجی احمد دین صاحب ضلع ہزارہ
578 محمد بشیر صاحب ״ ناگپور
579 احمد شریف صاحب ״ میسور
580 حاجی ولد جیون صاحب کپورتھلہ
581 علی محمد صاحب ضلع ہوشیارپور
582 برکت علی صاحب ״ گورداسپور
583 زینب بی بی صاحبہ ״ ״
584 زینب بی بی صاحبہ بنت [illegible] صاحب ״ ״
585 محمد اسمٰعیل صاحب ضلع لاہور
586 بنت قاضی عبدالعزیز صاحب لاہور
587 نورالدین صاحب ضلع گورداسپور
588 نظام الدین صاحب ״ ״
589 غلام فاطمہ صاحبہ زوجہ نظام الدین صاحب ״ ״
590 برکت بی بی ״ نورالدین صاحب ״ ״
591 رحیم اللہ صاحب ضلع فیروزپور
592 مسمات نور خاتون بنت خدا بخش صاحب ضلع ڈیرہ غازیخان
593 حاجن لوہری بی بی صاحبہ ضلع امرتسر
594 محمد دین صاحب ضلع گوجرانوالہ
595 غلام محمد صاحب ״ ״
596 عبدالرشید صاحب ״ شاہ پور
597 فتح محمد صاحب ״ گورداسپور
598 عبداللطیف صاحب ״ جموں سٹیٹ
599 علی محمد خان صاحب ضلع ہوشیارپور
600 مولوی خورشید عالم صاحب ״ گوجرانوالہ
601 اللہ جوائی صاحب دہلی
602 مسمات شرفو صاحبہ بیوہ نبی بخش صاحب ضلع سیالکوٹ
603 عبدالمغنی صاحب لاہور
604 چوہدری محمد حسین صاحب ضلع منٹگمری
605 امتہ الحفیظ صاحبہ لاہور
606 رشیدہ بیگم صاحبہ ضلع منٹگمری
607 حسن محمد صاحب ״ سیالکوٹ
608 فتح دین صاحب ״ ״
609 محمد حسین صاحب ״ ״
610 رسول بخش صاحب ״ ״
611 شرف الدین صاحب ״ ״
612 ابراہیم صاحب ״ ״

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

منچوریا کی سرحد پر حالات نے نازک ترین صورت اختیار کرلی ہے۔ چنانچہ ۴ مئی کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جاپانی ہوائی جہازوں نے چینی مشرقی ریلوے پر بم گرائے تاکہ ریلوے کے ڈبوں اور انجنوں کو سوویٹ روس میں نہ لیجایا جاسکے۔ یہ بھی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ نے سائبیریا کی سوویٹ فوج کو سرحد کی طرف بھیج دیا ہے اور وہ عنقریب جنگ کے موقع پر پہنچ جائے گی۔ روسی ہوائی جہاز بھی سرحد پر گشت لگا رہے ہیں۔

جرمنی میں تمام ایسے نوجوانوں کو جو ۱۹ سال یا اس سے زائد عمر کے ہوں۔ ایک قانون کے ذریعہ لازمی طور پر فوج میں بھرتی ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کی لازمی بھرتی کا سوال ابھی زیر غور ہے۔

کلکتہ سے ۳ مئی کی اطلاع ہے کہ پانچ روپے کے نئے نوٹ جاری کئے گئے ہیں۔ جو پہلے نوٹوں کی نسبت قدرے چھوٹے اور پتلے ہیں۔

آئرش پارلیمنٹ نے ۳ مئی کو حلف وفاداری اڑا دئے جانے کا بل ۴۳ ووٹوں سے پاس کرادیا۔ گورنر جنرل نے بھی اس بل پر دستخط کر دئے ہیں۔ اب آئرش پارلیمنٹ کے ممبروں کو بادشاہ کا حلف وفاداری اٹھانے کی ضرورت نہیں رہیگی۔ مسٹر ڈی ویلرا نے مارچ ۱۹۳۲ء سے اس بل کے پاس کرانے کے لئے جدوجہد شروع کی تھی۔ ان کے راستہ میں کئی مشکلات آئیں مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور آخر کامیاب ہوگئے۔

مسٹر میکڈانلڈ ۳ مئی امریکہ سے واپس آگئے ہیں۔ آپ نے مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جو خلوص دل سے دنیا کی حالت بہتر بنانے کا خواہاں ہے۔ ہر ایک پہلو میں ہمارا ایک دوسرے سے اتفاق تھا۔ اور اپنے سفر کے متعلق میں نے جو توقعات لگا رکھی تھیں وہ تمام پوری ہوئیں۔

بمبئی گورنمنٹ نے ۱۱ مئی سے دفعہ ۱۴۴ کے حکم میں مزید دو ماہ کی توسیع کردی ہے اس حکم کے رو سے سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلہ میں کوئی جلوس نکالنے یا جلسہ کرنیکی اجازت نہ ہوگی۔

ریاست بہاولپور میں ہندو سبھا اور یوتھ سبھا کو خلاف قانون قرار دینے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ریاست کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ریاست میں تمام انجمنوں کو رجسٹری کرانا بروئے قانون لازمی ہے۔ چونکہ ان دونوں انجمنوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ در پردہ اپنی غیر آئینی کارروائیوں کو جاری رکھا۔ اس لئے ان دونوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔

سر محمد اقبال کی کوٹھی پر لاہور میں ۶ مئی کو پنجاب پراونشل مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کی مشترکہ میٹنگ منعقد ہوئی۔ اور یہ قرارداد منظور ہوئی۔ کہ سر فضل حسین اور سر جوگندر سنگھ کے مابین سمجھوتہ کے نام سے جو سکیم اخبارات میں شائع ہوئی ہے وہ مسلمانوں کے لئے قطعاً قابل قبول نہیں۔ مسلمان کسی ایسی تبدیلی کو منظور نہیں کر سکتے۔ جو انہیں وائٹ پیپر کے ماتحت جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب سے حاصل شدہ رعایتوں سے محروم کرنے والی ہو۔

امریکہ کے ۲ ہزار سے زائد کسانوں نے ۵ مئی کو ایک میٹنگ کے دوران میں فیصلہ کیا کہ ۱۳ مئی کو تمام امریکہ کے اندر کسانوں کی ہڑتال کی جائے۔ مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ منڈیوں میں غلہ نہ بھیج کر اور ملک کو فاقہ کشی پر مجبور کرکے اپنی شکایات کا ازالہ کرلیا جائے۔

حکومت ہند نے ایک کتاب موسومہ بہ "گاندھی اور برٹش ایمپائر" کے ہندوستان لانے یا اس کتاب کے اقتباسات شائع کرنے کی ممانعت کردی ہے۔ یہ کتاب نیویارک میں شائع ہوئی ہے۔

گاندھی جی کے برت کے متعلق مسٹر کیلکر نے ۴ مئی کو پونہ میں ایک ملاقات کے دوران میں کہا کہ خواہ گاندھی جی کے دوست اسے ناپسند کریں۔ مگر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان کا یہ رویہ معقولیت پر مبنی نہیں۔ بلکہ محض جبر ہے۔ پنڈت مالویہ نے بھی گذشتہ برت کے موقع پر کہا تھا کہ اس قسم کا برت دہرم کے اصول کے خلاف ہے۔

ہوس آف کامنز میں ۴ مئی کو وزیر نو آبادیات نے ایک ممبر کے سوال کے جواب میں بتایا۔ کہ آئرش پارلیمنٹ کے حلف وفاداری کو منسوخ کر دینے کا یہ مطلب نہیں کہ آئرلینڈ علیحدہ ہوگیا۔ لیکن حلف وفاداری کا اڑایا جانا معاہدہ کی خلاف ورزی ضرور ہے۔

ٹوکیو کی وزارت خارجہ کا ۳ مئی کا ایک اعلان مظہر ہے کہ جاپان اور چین کے درمیان مصالحت کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

کینٹربری کے اسقف اعظم نے ایمپائر ڈے کے موقع پر جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا مانگنے کی تلقین کی ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ کہنا مبالغہ آمیزی نہیں کہ پہلے تاریخ میں کبھی کسی قوم نے اس قدر اہمیت کا کام اپنے ذمہ نہیں لیا۔

کاشغر کی صورت حالات کے متعلق سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار ۳ مئی کو لکھتا ہے کہ جہاں تک کاشغر اور اس کے نواح کا تعلق ہے مسلمانوں نے چینی حکومت کو بالکل الٹ دیا ہے۔ چونکہ چین ادھر جاپان کے ساتھ مصروف پیکار ہے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ کاشغر میں چینی اقتدار کب تک بحال ہوسکے گا۔ مسلمان چینیوں پر بدنظمی اور محصولات میں زیادتی کے الزامات عائد کر رہے ہیں۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے حکام نے حال میں یہ قانون نافذ کیا ہے کہ یونیورسٹی میں پولیٹیکل میٹنگیں منعقد نہ کی جائیں۔

ہاؤس آف لارڈز میں ۳ مئی کو لارڈ ہیلشم نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا ترمیمی بل پیش کیا۔ جس کے رو سے گورنروں کو اختیار حاصل ہوجائے گا کہ وہ کونسلوں کی میعادیں توسیع کردیں۔ پیش کرنے پر بل کی پہلی خواندگی پاس ہوگئی۔

شملہ سے ۵ مئی کی اطلاع ہے کہ حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ ریڈیو ٹیلی فون کو کینیڈا کیوبا۔ میکسیکو اور ریاستہائے متحدہ امریکہ تک وسعت دی جائے۔ امید ہے کہ ۹ مئی سے ہندوستان اور ان ممالک کے درمیان ٹیلی فون کا سلسلہ قائم ہوجائے گا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ گفتگو کرنے کی شرح تین منٹ کے لئے ایک سو بیس روپے ہوگی۔ اور کیلیفورنیا اور لاس انگلیز کی ایک سو باون روپے۔

جرمنی کے ایک سو بیس یہودی ۵ مئی کو مارسیلز سے فلسطین روانہ ہوگئے۔ حکام نے انہیں فلسطین آنے کی اجازت دیدی ہے۔

کراچی سے ۵ مئی کی خبر ہے کہ ایک بارسوخ وفد اس غرض سے لندن بھیجا جانے والا ہے کہ جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے یہ مطالبہ پیش کرے کہ بلوچستان کو بھی ہندوستان کے دیگر صوبجات کے مساوی حکومت خود اختیاری عطا کی جائے۔

صوبجات متحدہ کے گورنر نے ۵۰ ہزار روپے کے مصارف کی منظوری دی ہے جو ضلع مظفر نگر کے بعض دیہات میں جہاں شدید ژالہ باری نے وسیع پیمانہ پر نقصان پہنچایا ہے۔ زر امداد کے طور پر تقسیم کیا جائیگا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا